# Psychological Analysis of Short Stories of Asif Farrukhi in the Contex of his Collection "Aik Aadmi Ki Kami".

# آصف فرخی کے افسانوں کا نفسیاتی جائزہ

## (افسانوی مجموعہ "ایک آدمی کی کمی" کے تناظر میں)

**Memuna Sadaf** *[1]

Lecturer, Department of Urdu, Government Girls Degree College Khipro, District Sanghar.

**میمونہ صدف** ☆[1]

لیکچرار، شعبہ اردو، گورنمنٹ گرلز ڈگری کالج، تحصیل کھپرو، ضلع سانگھڑ

Correspondance: memunasadaf1@gmail.com

eISSN:**3005-3757**
pISSN: **3005-3765**

**Received: 14-01-2026**
**Accepted:25-03-2026**
**Online:31-03-2026**

Copyright:© 2023 by the authors. This is an access-openarticle distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

ABSTRACT: Asif Aslam Farrukhi (16 September 1959 – 1 June 2020) was a Pakistani writer, translator, and literary critic active in both Urdu and English language and literature .Asif farrukhi was the author of six collections of short stories and two collections of critical essays in Urdu.He was also a prolific translator, from Sindhi and English to Urdu as well as from Urdu and Sindhi to English. He compiled several English anthologies of writing from Pakistan.Psychological analysis of Urdu short stories of his seventh collection of short stories "AIK AADMI KI KAMI" delves into deep human conditions, exploring societal impacts, repressed desires and the psyches of characters facing trauma, identity crises, and social pressures, often using psychoanalytic techniques to reveal mental complexities like anxiety, inferiority complexes , and the clash between instinct and imposed morality, revealing deep insights into individual and collective mental states. Asif farrukhi deeply exploring these themes within complex socio-culture context , revealing human psychology through repressed impulsis . In essence, analyzing Urdu Short

stories of fiction writer Asif farrukhi, he uncover thehidden psychological currnt and human condition beneath the narrative surface, often using critical theories to understand the characters internal struggle.

KEYWORDS: Asif farrukhi , aik aadmi ki kami ,short stories , characters , fiction writer , cultural values , psychological analysis .collection of short stories , fiction

اردو مختصر کہانیوں کا نفسیاتی مطالعہ ایک وسیع موضوع ہے جس میں کہانیوں کے کرداروں، بیانیے، اور پلاٹ کے ذریعے انسانی جذبات، رویوں اور نفسیاتی حالتوں کا تجزیہ کیا جاتا ہے، جس سے قاری کو خود کو سمجھنے اور سماجی پہلوؤں سے واقفیت میں مدد ملتی ہے، خاص طور پر سعادت حسن منٹو، راجندر سنگھ بیدی، اور قرۃ العین حیدر جیسے ادیبوں اور نثر نگاروں نے اس میدان میں گہرائی سے کام سرانجام دیا ہے۔

"اردو افسانے میں جس افسانہ نگار نے کم عمری ہی میں بہت تیزی کے ساتھ
اپنے مشاہدہ کی توانائی کو بروئے کار لاتے ہوئے ایک مخصوص قرینے کے
حوالے سے اپنے آپ کو منوایا وہ آصف فرخی ہی ہے۔"(۱)

آصف فرخی نے ۱۶ ستمبر ۱۹۵۹ء کو کراچی میں ایک علمی و ادبی گھرانے میں آنکھ کھولی۔ اور یکم جون ۲۰۲۰ کو اکسٹھ (۶۱) سال کی عمر میں اچانک غذائی زہریت ان کی وفات کا سبب بنی۔ آپ ان چند ایک ادیبوں میں سے تھے جن کا فنی ارتقا حیرت ذدہ کر دیتا ہے۔ ادب کی کوئی صنف ایسی نہیں جس میں آپ نے کمال نہ دکھایا ہو۔ آپ ایک بہترین نقاد،، مدیر و ناشر دنیازاد، بہترین افسانہ نگار، ایک باکمال مترجم اور محقق تھے یہ ہی خصوصیات آپ کو اردو ادب میں بلند مرتبہ دلاتی ہیں۔

افسانوں کے علاوہ آصف فرخی کے دو عدد سفر نامے بھی شایع ہوئے ہیں
(۲)۔

آصف فرخی نے انٹرویوز بھی کیے جو سراسر ادبی نوعیت کے ہیں۔ ان انٹرویوز کو انھوں نے یکجا کر کے ایک کتاب مرتب کی جس کا نام "حرفِ من و تُو" رکھا گیا۔

"آپکی تنقیدی مضامین پر بھی دو کتب شایع ہو چکی ہیں پہلی "عالمِ ایجاد" اور دوسری "نگاہِ آئینہ ساز۔(۳)

"قرہ العین حیدر سے آصف فرخی خاصے متاثر تھے۔ انھوں نے قرۃ العین حیدر کے مضامین پر مشتمل دو کتب مرتب کیں۔(۴)

تصنیف و تالیف کے ساتھ ساتھ آپ نے ایک علمی نوعیت کا خالص ادبی رسالہ "دنیازاد" کا اجرا کیا۔ اور آپ ہی اس رسالے کے مدیر بھی تھے اور آصف فرخی کی وفات کے بعد رسالہ "دنیازاد" بند ہو گیا۔ "دنیازاد" شمارہ ۶ "میں بغداد ہوں" کی ضخامت کی بابت آپ لکھتے ہیں کہ:

"دنیازاد" کی اس (خصوصی) نمبر کا مقصدِ اولٰی بھی یہی ہے کہ ان تحریروں سے جن میں اس دور کے، عہد کے المیے کو اپنی آواز بلند کرنے کا موقع ملا ہے۔ کیا ان سے زبان وادب کے اعتبار کو فروغ ملا ہے۔"(۵)

"دنیازاد" میں کہانیاں طبع زاد بھی ہیں اور تراجم کی صورت میں، یہ تراجم ایک حسّاس تجربے سے روشناس کرواتے ہیں۔"(۶)

'دنیازاد" کے بارے میں ولی رام ولبھ لکھتے ہیں:

"دنیازاد" کو دیکھ کر مجھے اردو میں "گرانٹا" کا شائبہ ہوتا ہے۔ آپ صرف "دنیازاد" کی ترتیب و تدوین نہیں کرتے ہیں بلکہ ایسی تحریروں یہاں تک کہ تراجم کے ذریعے ہمارے ازہان میں مرتب سونے خاکوں میں رنگ بھی بھرتے ہیں۔"(۷)

آصف فرخی کے فن میں جہاں موضوعات میں وسعت دکھائی دیتی تھی وہیں ان کی تکنیک میں بھی گہری زمزیت نظر آتی تھی۔ انھوں نے بیانیہ اور علامت نگاری سے مزین دونوں ہی طرح کے اسالیب میں کامیاب افسانے لکھے۔ خصوصاً علامت نگاری کی تکنیک کو کے اسلوب کو وہ نہایت تخلیقی اسلوب و انداز کے ساتھ سامنے لائے ہیں۔

"وہ افسانے کی بھرپور روایت سے جڑے ایک بہترین افسانہ نگار تھے۔ کبھی وہ پیچھے مڑ کر کتھا سے بھی اپنا تعلق جوڑ لیتے تھے اور بھرپور تہذیبی رچاؤ

کے ساتھ کہانی کو تخلیق کرتے تھے۔ آصف فرخی ہمیشہ سے اس عظیم روایت کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے تھے لیکن کلام کی خاصیت یہ تھی کہ انھوں نے کبھی اس کی بے جا تقلید نہیں کی۔''(۸)

آصف فرخی کے اس ساتویں افسانوی مجموعے کا نفسیاتی مطالعہ قاری کو کو افسانوں میں پوشیدہ نفسیاتی ساخت، جذباتی محرکات اور رویوں کی وجوہات سمجھنے کے قابل بنا سکتا ہے اور کسی بھی فن پارے پر کی گئی تحقیق کے زریعے ہی ایک قاری ایک تخلیق کار کے لاشعور میں دستک دے سکتا ہے۔

ایک آدمی کی کمی (ساتواں افسانوی مجموعہ):۔

"آصف فرخی کا ساتواں افسانوی مجموعہ ''ایک آدمی کی کمی'' ایک کم معروف کتاب ہے جو سندھ میں بکھرے ان گنت لوک ادب، متصوفانہ مزاج، اور تضادات کو سمونے کی صلاحیت رکھتی ہے، یہ ایسی مرصع کہانیاں ہیں جس میں لوک قصوں کے مدفون اور منبعون پر کھڑے ہو کر ایک ایسا افسانہ نگار دکھائی دیتا ہے جسے خود افسانہ نگار کی دانشوری کبھی کبھار پیچھے دھکیل دیتی ہے۔''(۹)

آصف فرخی کے ساتویں افسانوی مجموعے ''ایک آدمی کی کمی'' کی پہلی اشاعت جولائی ۱۹۹۹ء میں فضلی سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ کراچی کے زیرِ طبع منظرِ عام پر آئی۔ مجموعے کا انتساب ''حارث خلیق کے نام'' تھا اور ساتھ ہی یہ مصرع بھی قلم بند تھا۔ ''ڈھولا آدمی بن گیا (بلھے شاہ)''۔ اس مجموعے میں کل چھ افسانے شامل ہیں اور تمام ہی افسانے ایک ہی کیفیت کے زیرِ اثر دکھائی دیتے ہیں۔ ان افسانوں کا مؤجد وہ سفر بنا جب آصف فرخی اندرونِ سندھ ایک دورے پر آئے اور آشوبِ سندھ کو بہت ہی گہرائی سے محسوس کیا۔ ان افسانوں کا افانہ نگار ایک انوکھے انداز سے وارد ہوتا ہے اور درد اور یاسیت کو الفاظ کے دھاگوں میں پروئے جاتا ہے۔

۱۔ ہنس پکھی:

' ' ایک آدمی کی کمی'' کا پہلا افسانہ ''''ہنس پکھی'' اکتوبر ۱۹۹۷ء میں منظرِ عام پر آیا۔ یہ ایک علامتی افسانہ ہے۔ کہانی کا پلاٹ بہت مضبوط ہے مرکزی کردار ایک نرم مزاج، رحم دل اور شفیق انسان ہے جو بہ ظاہر تو ایک وسیع علاقے پر حکمرانی کرتا ہے مگر افسانے میں کسی بھی مقام پر ہمیں ایسا حکمران دکھائی نہیں دیتا جس کے رعب اور دبدبے سے کوئی پرندہ بھی ڈر جائے۔ کہانی سندھ کے تھری علاقے کے ایک بادشاہ کی ہے جو گاؤں سے دور اور شہر سے منھ پھیر ایک ٹیلے (ریتیلے پہاڑ) پر

اپنا قلعہ بنواتا ہے۔ وہیں دربار سجاتا ہے اور وہیں رہ کر حکومت کرتا ہے۔ اسے پرندے بہت بھاتے تھے وہ اپنے ٹیلے کی ڈھلوان پر روز شام کو اناج کی بوری پرندوں کو کھلانے کی غرض سے گرواتا اور دعوتِ عام کرتا۔ بھانت بھانت سے پرندے دانہ کھوجتے وہاں آجاتے اور اپنا رزق پاکر شکر گزار ہوتے ایک ہنس بھی اکثر وہاں آیا کرتا تھا اور کچھ ہی وقت میں وہاں کی اپنائیت سے مانوس ہو کر اپنے جوڑے کے ساتھ بادشاہ کے ٹیلے پر آن بسا۔ دن' مہینے' سال بیت گئے اب وہاں ہنس پکھی تعداد میں سو سے تجاوز کر گئے۔ ایک بار کچھ ایسا ہوا کہ شہزادہ ایک بیماری (کوڑھ) میں مبتلا ہو گیا جس کا علاج صرف اور صرف ہنس کے پیالہ بھر خون ہی سے ممکن تھا کہانی میں بہ ظاہر تو بادشاہ الجھن کا شکار ہو جاتا ہے مگر درِ پردہ یہاں ایک افسانہ نگار تذبذب کا شکار ہو جاتا ہے۔ اب یہاں ہم ایک ایسے افسانہ نگار سے ملتے ہیں جو اپنے ہی ہاتھوں اپنے تخلیق کردہ معصومانہ کردار کو کسی بربریت کا شکار نہیں کر پا رہا، لیکن کہانی کو آگے بڑھانے کے لیے ایک افسانہ نگار ان اسالیب کو بروئے کار لاتا ہے جو نہ کردار کے خدوخال کو نقصان پہنچائیں اور نہ ہی کردار کی شخصیت متاثر ہو اور کہانی میں کسی بھی قسم کا جھول بھی پیدا نہ ہو۔

' ' بادشاہ نے کہا میں نے ان پکھیوں کے لیے اتنا کیا ہے، صحرا میں پانی چلوایا ہے، درتوں کی گھنی چھاؤں کروائی ہے، اناج بھی روز شام کو گرواتا ہوں، کیا یہ میرے بیٹے کے زخم بھرنے کے لیے خون بھی نہیں دیں گے؟ دیں نہ دیں میں اپنے منھ سے کیسے کہوں؟ میں نے ان کو بسیرے کے لیے درخت اور کھانے کے لیے اناج دیا۔ آج اپنے ہاتھوں سے ان کا خون کیسے مانگوں؟ کروں تو کیا کروں؟۔۔۔۔۔" [۱۰]

یہاں ہمیں آصف فرخی کا قلم ایک ایسے رویے کی نشان دہی کرتا دکھائی دیتا ہے جو رحم اور ظلم کی کشمکش میں گرفتار ہے وہ لکھنا شاہتے ہیں کہ بادشاہ ہنس پکھیوں کو مار دینے کا حکم جاری کرے مگر ایک رحم دل افسانہ نگار جو اپنے قلم سے ایک رحیم بادشاہ کا کردار تخلیق کرتا ہے یہاں ہمیں اس افسانہ نگار کا قلم جھول کھاتا دکھائی دیتا ہے وہ کہانی کو بے ربط طوالت میں لے جانے کے باوجود بادشاہ سے حکم جاری نہ کرواسکے آخر کار یہ خون وزیر کر سر آتا ہے کہ وہ شکاری کی مدد لے کر دھوکے سے ہنس پکھیوں کو مروائے۔ یہ ایک علامتی افسانہ ہے اندرونِ سندھ ہمیں وڈیروں اور شاہی سلسلے ملتے ہیں جو کہ نسل در نسل حکومت کرتے آرہے ہیں اور ان کے ملازمان ان کے خاندانی غلام۔ لیکن یہاں افسانہ نگار ہمیں جس رحم دل بادشاہ سے ملواتا ہے وہ اس نظامِ حکومت کے بارے میں ان کے نظریے کی عکاس بھی ہے۔ آصف فرخی افسنہ "ہنس پکھی" میں اکثر مقام پر ہمیں وہ باتیں بھی کرتے دکھائی دیتے ہیں جو کہ قاری کی داخلی صورتِ حال کی بھرپور نمائندہ ہیں۔

"گیانی! جانتے ہو جو ہنس پکھی چاقو کی آواز سے ڈر کر اڑ گئے کون تھے؟"

"وہ ہنس پکی تم تھے۔ اور جانتے ہو راج ہنس کون تھا؟"

"وہ راج ہنس میں تھا۔میں؟ کیسے؟ نرگسیت زدہ، خود ستائی کا مارا۔۔۔خود
کلامی،خود کلامی۔کہانی پھر پکھی کی طرح ہاتھوں سے اڑ کیوں نہ جائے؟ایک
بار پھر اسے روکنے کی کوشش کرتا ہوں۔کم زور سی کوشش۔"(۱۱)

۲۔پاڈا:

سندھ کے آشوب کو بیان کرتا ہوا مجموعہ "ایک آدمی کی کمی" وہاں پر موجود "وڈیروں" اور "سائیں" اور ان کی رعایا کے مابین آویزش کی خوب صورت جھلک ہے،اس مجموعے کے بیشتر افسانے علامتی ہیں عام قاری معنی کی بالائی سطح تک ہی رہتا ہے جب کہ باشعور قاری اس کی زیریں سطح میں چھپے ہوئے معنی کو جانچنے کے بعد سوچنے پر ضرور مجبور ہو جاتا ہے۔افسانہ "پاڈا" بھی ایک علامتی افسانہ ہے جو اسی تناظر میں لکھا گیا ہے اس افسانے میں صوبہ سندھ کے بیچ و بیچ واقع ایک قصبہ مورو کا تفصیلی بیان موجود ہے،مورو کو وہاں موجود "پیر سائیں" کے سلسلۂ جدی کی وجہ سے بہت عقیدت حاصل ہے کئی ایک صدیوں سے یہاں پیری فقیری نسل در نسل وراثت میں بٹتی جا رہی ہے۔ہر نسل میں ایک نیا سائیں، نیا پیر، نیا سانول موجود ہوتا ہے۔

"اور ایک پیر نہیں، پیروں میں پیر،پیارل سائیں،ڈگن سائیں،پھر نبن
سائیں جو ایمان کا درس دیتے تھے تو پیر ولی پرواز کر کے آتے تھے۔ان کے
درس سے درس شہر کا نام ہوا۔پیر سائیں کوچ کرتے تھے تو ایک شعلہ نبن
سائیں کے علاقے کی طرف جاتا تھا۔رات کو لگتا تھا دو ستارے گزرتے
ہیں،ایک ستارہ ایک مزار میں چلا جاتا ہے اور ایک دوسرے مزار میں،یہ
ستارے نہیں پیر ہیں"(۱۲)

وہاں کے لوگ اپنے پیروں سے عقیدت رکھتے ہیں اور کئی ایک واقعات اور معجزات جو ان کی ذات سے مربوط ہیں زبان زدِ عام ہیں انسان تو انسان جانور بھی الغرض جنات اور ستیاں بھی ان معجزات کی گواہ ہیں اس افسانے میں "پاڈے" کو علامتی طور پر بیاں کیا گیا ہے کہ کس طرح ایک حقیر' بے وقعت چیز بھی اگر کسی عقیدت کے ہتھے چڑھ جائے تو عام نہیں رہتی۔پاڈے کی تباہ کاریوں سے لوگ پریشان ہیں مگر سایئں کی نسبت کی وجہ سے اسے مار نہیں سکتے تو دھوکے سے اسے شہر میں بیچ آتے ہیں مگر جب ذبح کرنے کا وقت آتا ہے تو اس بار چھری بھی وقیدت مندوں میں شمار ہو جاتی ہے۔

"میرے وڈیرے سائیں کا معجزہ ایسا ہوا، پورے مجمع نے دیکھا لوہے کی چھری پر قصائی کا نام خون سے لکھا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ سائیں، سائیں ، سانول۔

پھر سب نے دیکھا قصائیوں کے ہاتھ اٹھے تو اٹھے ہی رہ گئے اور نام دیکھ کر سب کے ہوش خطا ہو گئے۔ یہ میرا مال ہے۔"(۱۳)

۳۔ بودلو:

یہی رنگ انہی علامتی عناصر کی بہتات ہمیں افسانہ "بودلو" (نومبر ۱۹۹۷ء) میں دکھائی دیتی ہیں۔ یہ افسانہ صیغہ ءواحد متکلم میں لکھا گیا ہے اور اس کا اسلوب کہیں کہیں ہمیں ہجوم کی گفتگو کرتا بھی دکھائی دیتا ہے فرق صرف اتنا ہے کہ افسانہ نگار اس بار ایک ایسی بستی میں موجود ہے جہاں رہنا تو اس صرف ایک رات ہی ہے مگر ایک رات میں وہ کئی ایک روحانی سفر کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ اس گاؤں میں وہ ایک قلعے میں رہائش اختیار کرتے ہیں اور اس قلعے کے چاروں اطراف صرف گاؤں ہی نہیں بلکہ وہاں کی فضا تک قلندری ہے حضرت لعل شہباز قلندرؒ کے عقیدت مندوں اور ان کے مافوق الفطرت واقعات اور معجزات بیان کرتا یہ افسانے میں بھی ہمیں ایک ایسی ہی نفسیاتی و ہیجانی کیفیت کا عکس دکھائی دیتا ہے۔ بات جب عقیدت مندی سے بڑھ کر عقیدے کو چھونے لگے تو ہمارا تحت الشعور / نیم شعور (یہ انسانی ذہن کا وہ حصہ ہے جو مکمل طور پر شعور میں نہیں ہوتا مگر رویے اور اعمال کو متاثر کرتا ہے) جاگ جاتا ہے اور انسان خود کو وہیں پاتا ہے جہاں وہ ہونا چاہتا ہے۔

"اور اس لمحے میں پورا ہو گیا۔ طلب کی آگ بھڑکی تو میری دید واپس آئی اور یاد۔ اس طلب سے میں نے اپنے آپ کو جان لیا اور جانا تو پھر جوڑ لیا میں نے تن بدن سے خون پونچھنا شروع کر دیا اور سموچے بدن کو چھو کر اطمینان کیا کہ جہاں جہاں سے گوشت اڑا تھا سب پورا ہو گیا اور جو حصے کاٹے گئے تھے، اکھٹے ہو کر جڑ گئے، پھر پورے ہو جانے والے اپنے بدن کو سمیٹ کر سیہون کی مٹی پر آنکھیں بچھادیں کہ اب میرا لعلوں لعل جھولے۔۔۔۔"(۱۴)

۴۔ مارو تھلڑا:

آصف فرخی کا ساتواں افسانوی مجموعہ "ایک آدمی کی کمی" مکمل طور پر سندھ میں رائج وڈیروں کے نظامِ حکومت کے تناظر میں ایک علامتی افسانوی مجموعہ کہا جا سکتا ہے وہیں ساتھ ہی ساتھ سندھ کے صوفیائے کرام اور ان کے عقیدت مندوں کا تذکرہ بھی ہے کہیں وہ خواجہ شاہؒ، قلندر بادشاہؒ کا تذکرہ نہایت عقیدت مندی سے کرتے ہیں اور کہیں وہ شاہ لطیفؒ کے عقیدت مندوں اور مریدوں کو بھی عزت و اکرام دیتے دکھائی دیتے ہیں۔ افسانہ "مارو تھلڑا" ۱۹۹۸ء بھی ایک ایسے ہی موضوع کو سمیٹتا دکھائی دیتا ہے۔ افسانے کا مرکزی کردار جو باقیوں کے طرح بنیادی حقوق سے محروم ہے۔ وہ بغاوت کرنا چاہتا ہے مگر ہمیشہ کی طرح اس کی آواز کو دفن کر دیا جاتا۔ وہ گلی گلی گھومتا ہے، بھٹکتا پھرتا ہے اپنا علم اور اپنے نظریات میں اٹل یہ کردار اور لوگوں میں بھی شعور اور آگہی کو بانٹنا چاہتا ہے مگر اسے "دیوانہ" کا لقب مل جاتا ہے۔ بلآخر وہ درگاہ کا رخ کرتا ہے اور اپنے خیالات اوت نظریات کے گرد دائرہ بنا کر خود کو اس میں قید کر دیتا ہے۔ اور اس قید میں وہ ایک نئی زندگی جیتا ہے کیونکہ اب وہی لوگ اسے عالم ماننے لگتے ہیں۔

"میٹھا پانی ہے؟۔۔ "نہیں"۔۔ "اور کوئی حال احوال کوئی خبر چار؟"

"لگے پڑے ہیں لطیف سرکار کے ساتھ"(۱۵)

۵۔ ایک آدمی کی کمی:

اردو فکشن میں اپنی اقدار اور ادبی روایات کہ برقرار رکھن، انہیں سلیقے سے استعمال کرنا اور اس کے ساتھ ساتھ گہرا تاریخی شعور ہونا کوئی معمولی بات نہیں، اس کے لیے گہرے مشاہدے اور مطالعے کی ضرورت ہوتی ہے اور آصف فرخی نے ایک کام یاب افسانہ نگار کے طور پر انتہائی پختہ کاری سے اسے بیان کیا ہے ان کا اسلوب سادہ مگر دل کش ہے۔ افسانہ "ایک آدمی کی کمی" میں افسانہ نگار کا قلم نہ صرف سچ اور جھوٹ کا تقابل کرتا ہے بلکہ ساتھ ہی ساتھ سچ کی کھوج میں بھی سرگرداں ہے۔ وہ سچ جا کہ اب صرف قصے کہانیوں ہی میں دکھائی دیتا ہے اور حقیقی زندگی سے ناپید ہو چکا ہے۔ "ایک آدمی کی کمی" (۱۹۹۸ء) میں "آدمی" بھی ایک خیال اور فکر کے طور پر سامنے آتا ہے اور اسے بیان کرنے کے لیے آصف فرخی نے ایک بار پھر ایک بادشاہ کی کہانی بیان کی ہے جو ہر رات ایک خفیہ سرنگ کے زریعے ایک گاؤں میں جا کر چوریاں کرتا ہے اور ہر صبح یہ اعلان کرتا ہے کہ۔۔ جو رات کا راز عیاں کرے وہ آدھی سلطنت پا لے، اور جو نہ بتا پائے وہ اپنی جان گنوائے۔۔۔ ہزاروں لوگ لالچ میں آئے اور اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے ایک آدمی (جو کہ سچ کی علامت کو ظاہر کرتا ہے) اس راز کو جان لیتا ہے اور دربار میں جب وہ بات شروع ہی کرتا ہے تو بادشاہ اس کا ارادہ بھانپ لیتا ہے کہ وہ راز جان چکا ہے تو فوراً اسے روک دیتا ہے اور جلاد کہ بلانے کا حکم نامہ جاری کر دیتا ہے۔

"بادشاہ کے چہرے پر ایک رنگ آتے ایک رنگ جاتے۔ کچھ کہنے کے لیے منھ کھولنے لگا وہ آدمی پھر ہونٹ بھینچ لیے بادشاہ نے پیشانی سے پسینہ پونچھا اور وزیر کو حکم دیا۔ ''جلدی سے جلاد بلواؤ''۔ نہ رات رہی نہ رات کی بات۔''(۱۶)

۶۔ واچوڑے کی واٹ:

"افسانہ ''واچوڑے کی واٹ'' ایک علامتی افسانہ ہے جو سندھ کے عام فہم عوام کی نمائندگی کرتا ہے۔ وہ عوام جو نہ چاہتے ہوئے بھی اس رائج نظام کے طابع ہیں گرد و پیش کے حالات و معاملات کچھ ان کے بس میں نہیں وہ اس نظام سے بچنا چاہتے ہیں مگر بھنور کی مانند یہ نظام انہیں جکڑے رکھتا ہے وہ کٹھ پتلی بن جاتے ہیں اور مفلوج ہو کر رہ جاتے ہیں معمہ تو یہ ہے کہ یہ بھنور بھی عوام خود ہی کشید کرتے ہیں، خود ہی اپنا آپ اس میں ڈھوتے ہیں، اور خود ہی اس کی ترویج کرتے ہیں۔ مگر حالات بدلنے کی پہلی سیڑھی وہ شعور اور آگہی ہے جس کا مقابلہ سب سے پہلے خود ہی کے وجود سے ہوتا ہے مگر افسوس کی بات یہ ہے کہ یہ غلامی فقط جسمانی نہیں ہے۔ ذہنی غلام اور ذہنی مفلوج شخص بنیادی ضروریات کے بھنور میں کچھ اس طرح پھنس چکا ہے کہ شاید اب کوئی انقلاب ہی اس شعور اور آگہی کو جنم دے، جھنجوڑے اور پروان چڑھائے۔ افسانے میں موجود شخص کو اسی انقلابی سوچ کا علم بردار دکھایا گیا ہے۔

''واچوڑے پر سوار وہ اوپر اوپر چلتا رہا۔ اڑتا رہا، اپنے آپ سے سوال جواب کرتا رہا: ''کہاں پٹی، کہاں گروں؟ کہاں پٹی، کہاں گروں؟۔۔ ہوا کا ایک زوردار تھپیڑا آیا اور گھماتے گھماتے اسے ہچکولا دیا۔''(۱۷)

آصف فرخی کے اس ساتویں افسانوی مجموعے میں موجود تمام ہی افسانے آشوبِ سندھ کی وجوہات کا منبع ہیں اور ان تمام افسانوں میں صرف اسلوب ہی نہیں بلکہ فکر بھی ایک ہی ہے۔ مگر آخری افسانے ''واچوڑے کی واٹ'' میں افسانہ نگار اس رائج العام نظام جو کہ ذہنی غلامی کا سبب بن جاتی ہے سے کھلی بغاوت کرتے دکھائی دیتے ہیں وہ سندھ کی تہذیب اور ثقافت کو کھلے دل سے قبول کرتے ہیں مگر ساتھ ہی ساتھ یہ اعلان بھی کرتے دکھائی دیتے ہیں کہ سوچ اور فکر کبھی کسی کے غلام نہیں ہوسکتے ہر انسان کو یہ حق حاصل ہونا چاہیے کہ وہ اپنے اجداد کی پیروی نہ کرتے ہوئے تعلیم اور شعور کو فروغ دیں مگر ان کے حکمران انہیں بنیادی ضروریات کے حصول میں اس قدر الجھائے رکھتے ہیں اور خود ظریفی میں مبتلا رکھتے ہیں کہ لوگ انھیں ہی اپنا مسیحا اور داتا گردان لیتے ہیں۔ افسانے کا مرکزی کردار جو کہ ایک بگولے میں آن پھنستا ہے اور ہزار کوششیں کرتا ہے کہ کسی طور خود کو اس بگولے سے نکال پائے مگر وہ بگولہ اسے جکڑے رکھتا ہے اور وہ شخص بگولے کے ساتھ ان جانے سفر پر نکل پڑتا ہے۔ جہاں وہ ایسی جگھوں کو دیکھتا ہے جو آباد اور کوشحال ہیں مگر ان کی ملکیت کا کوئی

دعویدار نہیں۔۔ایسی بستیاں بھی دیکھتا ہے کہاں لوگ غلام نہیں ہیں۔وہ چاہتا ہے کہ کسی طرح اس بگولے کے چنگل سے نکل کر یہاں آن بسے اسے یہ دنیا کسی جنت سے کم نہیں لگتی مگر بگولے کی جکڑ اس قدر مضبوط ہے کہ وہ اسی بے بسی میں خود کو بگولے کے سپرد کر دیتا ہے۔افسانہ نگار ایک آتش فشاں پہاڑ کی مانند پھوٹ پڑتا ہے وہ اس قدیم تہذیب اور ثقافت کو زوال آشنا نہیں دیکھنا چاہتا اس لیے شعور اور آگہی کو چیخ چیخ کر پکارتا ہے اور اس افسانے کی فکری نہج عروج پر پہنچ جاتی ہے۔

"واچوڑے میں الجھا ہوا آدمی واچوڑے سے لڑنے لگا۔دانت بھینچ کر پورا زور لگا کر اپنے جسم کو واچوڑے کے گھیرے میں سے نکالنے کے لیے جیسے اس نے اپنے آپ کو خود دھکا دینے کی کوشش کی۔"(۱۸)

"آصف فرخی کے افسانوں کا اسلوب نہایت سادہ اور سلیس ہے۔فکر انگیزی کے ساتھ ساتھ مختلف تکنیکوں کے استعمال میں جو کمال انھیں حاصل ہے کم لوگوں ہی کو حاصل ہوتا ہے یہ ان کی تخلیقی توانائی ہے جس نے انہیں بہترین افسانہ نگار بنایا ہے۔مجھے یہ کہنے میں عار نہیں ہے کہ ان کا ادبی شعور ارتقاء کی منازل طے کرتا گیا اور اسی ترقی نے ان کے ہاں معنوی تہہ داری پیدا کی۔"(۱۹)

اگرچہ آصف فرخی کے فن کا بڑا حوالہ اردو افسانہ تھا تاہم ادب کی دیگر جہتوں میں بھی وہ اتنے تواتر کے ساتھ متحرک اور فعال تھے کہ ہر جہت مرکزی جہت معلوم ہوتی تھی۔بطور افسانہ نگار، نقاد، سفر نامہ نگار، مترجم، مدیر اور ناشر، وہ معاصر ادبی منظر نامے میں سب سے الگ، سب سے نمایاں نظر آتے تھے آپ کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔آصف فرخی عالمی ادب سے شغف رکھتے تھے اور انھوں نے عالمی ادب کو اردو کے قالب میں ڈھال کر اردو ادب کی بیش بہا خدمت کی ہے۔آپ نے افسانہ نگاری کے میدان میں کسی ایک تکنیک کا سہرا نہیں لیا بلکہ اسلیب میں نت نئے تجربات کرتے رہے۔آپ کی تحاریر میں ایک ایسی رمزیت دکھائی دیتی ہے جو پرت پرت کھلتی قاری کو اپنے شکنجے میں جکڑ لیتی ہے۔آپ کی کہانیاں محض تخیلاتی ہی نہین بلکہ اپنے عہد کی آئنہ دار بھی ہوتے ہیں جہاں صرف روایات، زبان و ادب یا لہجوں اور لفظوں کے اتار چڑھاؤ کو نہیں دیکھا جاتا بلکہ ساتھ ہی ساتھ عہد کی دیدہ و دانش کی ترجمانی بھی کرتے ہیں۔

## حوالہ جات


۱۔ ڈاکٹر انوار احمد، اردو افسانہ ایک صدی کا قصہ، ملتان: کتاب نگر، ۲۰۰۷ء، ص:۵۳۳

۲۔ آصف فرخی، حرفِ من وتو، لاہور: سنگِ میل پبلشرز، ۲۰۱۵ء، ص:۷۸

۳۔ آصف فرخی، مرتبہ و تعارف: قصہ کوتاہ، مؤلف: انتظار حسین، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۷ء، ص:۱۳۴

۴۔ ایضًا، ص:۲۱۴

۵۔ مرتبہ: آصف فرخی، دنیازاد، شمارہ ۱۰، محفل (اداریہ)، کراچی: شہرزاد، اکتوبر ۲۰۰۰ء، ص:۹

۶۔ ایضًا

۷۔ مرتبہ: آصف فرخی، دنیازاد، شمارہ ۷، محفل (اداریہ)، کراچی: شہرزاد، ستمبر ۲۰۰۲ء، ص:۲۷۶

۸۔ انعام ندیم، آصف فرخی، کہانی کی پوری روایت سے جڑا افسانہ نگار، کالم/ بلاگ ، ہم سب ویب سائیٹ، ۱۰ جون ۲۰۲۰ء

۹۔ ڈاکٹر انوار احمد، اردو افسانہ ایک صدی کا قصہ، ملتان: کتاب نگر، ۲۰۰۷ء، ص:۵۳۴

۱۰۔ آصف فرخی۔ ”ہنس پکھی“، مشمولہ: ایک آدمی کی کمی، کراچی: فضلی سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ، ۱۹۹۹ء، ص:۱۳

۱۱۔ ایضاً۔ ص:۱۹

۱۲۔ آصف فرخی۔ ”پاڑا“، مشمولہ: ایک آدمی کی کمی، کراچی: فضلی سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ، ۱۹۹۹ء، ص: ۳۲

۱۳۔ ایضاً۔ ص:۲۵

۱۴۔ آصف فرخی۔ ”بودلو“، مشمولہ: ایک آدمی کی کمی، کراچی: فضلی سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ، ۱۹۹۹ء، ص:۶۳

۱۵۔ آصف فرخی، ”مارو تھلڑا“، مشمولہ: ایک آدمی کی کمی، کراچی: فضلی سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ، ۱۹۹۹ء، ص:۷۵

۱۶۔ آصف فرخی، ”ایک آدمی کی کمی“، مشمولہ: ایک آدمی کی کمی، کراچی: فضلی سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ، ۱۹۹۹ء، ص: ۸۹

۱۷۔ آصف فرخی، ”واچوڑے کی واٹ “، مشمولہ: ایک آدمی کی کمی، کراچی : فضلی سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ، ۱۹۹۹ء، ص:۱۰۵

۱۸۔ آصف فرخی، ”واچوڑے کی واٹ “، مشمولہ: ایک آدمی کی کمی، کراچی : فضلی سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ، ۱۹۹۹ء، ص:۹۷۔

۱۹۔ رخسانہ پروین، مقدمہ۔ا، مشمولہ: مجموعہ آصف فرخی۔ افسانوی (لاہور: فکشن ہاؤس، ۲۰۲۱ء) ص:۲۱

REFERENCES:


1. Dr Anwar Ahmed, Urdu Afsana aik sadi ka qissa(Multan:kitab nagar,2007),P.533

2. Asif farukhi, Harf y man o tu (Lahore:Sang y meel publisher,2015), P.78

3. Asif farukhi,(Martaba o ta,aruf), qissa koh ta, mo,alif Intazaar Hussain (Lahore:Sang y meel publisher,2017) P.134

4. Ibid , P.214.

5. Murattaba:Asif faruki,Dunyazaad, shumara 10 , Mayhfil(Idariya),(Karachi:sheherzaad , October2000) P.09.

6. Ibid ,

7. Murattaba:Asif faruki,Dunyazaad, shumara 07 , Mayhfil(Idariya),(Karachi:sheherzaad , October2002) P.276.

8. Inaam Nadeem."Asif farukhi,kahani ki poori riwayat sy jurra afsana nigar"coloum/blog(Hum. Sab,website) 10 june 2020.

9. Dr Anwar Ahmed, Urdu Afsana aik sadi ka qissa(Multan:kitab nagar,2007),P.534

10. Asif farrukhi."HANS PAKHHI".mashmola:Aik aadmi ki kami(Karachi:Fazli sons,private, limited1999) P.13.

11. Ibid , P.19

12. Asif farrukhi."PADA".mashmola:Aik aadmi ki kami(Karachi:Fazli sons,private, limited1999) P.25.

13. Ibid , P.25

14. Asif farrukhi."BODLU".mashmola:Aik aadmi ki kami(Karachi:Fazli sons,private, limited1999) P.63

15. Asif farrukhi.'MARO THALRRA".mashmola:Aik aadmi ki kami(Karachi:Fazli sons,private, limited1999) P.75

16. Asif farrukhi.'AIK AADMI KI KAMI".mashmola:Aik aadmi ki kami(Karachi:Fazli sons,private, limited1999) P.89.

17. Asif farrukhi."WACHOORY KINWAAT".mashmola:Aik aadmi ki kami(Karachi:Fazli sons,private, limited1999) P.105.

18. Asif farrukhi."WACHOORY KI WATT".mashmola:Aik aadmi ki kami(Karachi:Fazli sons,private, limited1999) P.97.

19. Rukhsana parveen ,muqaddama . 1 .mashmoola :majmooa y asif farukhi . afsanvi ( Lahore:fiction house, 2021) P.21.